جناب ذاکر نائیک کا ڈاکٹر کیمپ بل سے مناظرہ: گمراہ کُن اغلاط ٹھوس سائنسی حقائق: ایک مہمل تصور

محمد ظفر اقبال

نعوذ باللہ، کیا اس قرآن میں کوئی خلاء، کمی، کجی، باقی رہ گئی ہے؟ اور خارجی ذرائع کے بغیر اس تعلیم ہدایت کی تشریح تعبیر، تفسیر، تصریح، توجیہہ اور تکمیل ممکن نہیں تمام آسمانی صحائف اپنی تشریح و توجیہہ کے لیے کفریہ علوم کے محتاج نہیں تھے۔ وہ مفصل نازل ہوئے تورات بھی اسی تفصیل سے نازل کی گئی تھی اس کو بھی سمجھنے کے لیے اس زمانے یا بعد کے زمانے کی سائنس کا علم ضروری نہیں تھا: ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَاماً عَلَى الَّذِيَ أَحْسَنَ وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ[۶:۱۵۴]، وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُواْ بِأَحْسَنِهَا سَأُرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ [۷:۱۴۵]، مگر لوگ پھر بھی توجہ نہیں کرتے قرآن صاف، واضح اور صریح کتاب ہے اور ہم اس کائنات میں موجود نشانیاں اور تاریخ عالم کے واقعات صاف اور صریح طور پر تفصیل سے بیان کر رہا ہے مگر پھر بھی بہت سے انسان ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں: فَكَفَى بِاللّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ[۱۰:۹۲] اسی طرح قرآن میں تمام اہم، ضروری عقائد، معاملات، مسائل کی تفصیلات بیان کردی گئی ہیں تاکہ انسان کو کسی بیرونی سہارے کی ضرورت نہ ہو، وہ روشنی اور علم اور تشریح وتفسیر کے لیے کفار کا محتاج نہ ہو، کفر کے علماء ان کے علوم اور ان کی جامعات پر انحصار نہ کرے یہ تفصیلات ایک طالب ہدایت کی رہبری کے لیے کافی ہیں۔ جو طالب ہدایت ہی نہیں اس کے سامنے رسول آجائیں اور آسمان سے اللہ کی نشانیاں بھی پے در پے نازل ہو جائیں تب بھی وہ ایمان نہیں لاتا۔ اللہ تعالیٰ نے سابقہ تمام اقوام کے سامنے بیّن کبریٰ نشانیاں پیش کیں مگر کوئی قوم ایمان نہیں لائی سوائے حضرت یونسؑ کی قوم کے اور وہ بھی اس لیے بچ گئے کہ حضرت یونس اضطراب میں وقت سے پہلے ہجرت فرما گئے تھے، ورنہ عذاب وقت پر نازل ہوجاتا۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ واضح مفصل اور صاف صاف نازل کیا گیا ہے، یہ وہ دعویٰ ہے جو قرآن میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ یہ دعویٰ اس لیے

کیا گیا کہ قرآن کی آیات واضح المعانی ہیں: كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ [۴۱:۳] یہ آیتیں بیّن ہیں: وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ [۲۲:۱۶] قرآن کی نازل کردہ آیات بینات ہیں [۵۷:۹] ہم نے اس کتاب میں کچھ نہیں چھوڑا: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ [۶:۳۸] یقین لانے والوں کے لیے تو نشانیاں ہم صاف صاف نمایاں کر چکے ہیں: قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ [۲:۱۱۸] ہم نے تمھیں صاف صاف آیات دے دی ہیں [۳:۱۸] ہم نے نشانیاں تم کو صاف صاف دکھادی ہیں: قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ [۵۷:۱۷] اور ہم اپنی آیات کو بار بار مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں: وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ لِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ [۶:۱۰۵]۔ اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے صراحت سے بیان کرتا ہے: اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ [۲:۱۸۷] اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنی آیتیں صاف صاف بیان کرتا ہے [۲:۲۱۹]۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے: وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ [۲:۲۲۱] اس طرح اللہ اپنی آیات تمھیں صاف صاف بتاتا ہے [۲:۲۴۲] اس طرح اللہ اپنی آیات صاف صاف بیان کر رہا ہے: اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ [۲:۲۶۶] اس طرح اللہ اپنی آیات تمھارے سامنے روشن کرتا ہے: وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ [۳:۱۰۳] اللہ تمھارے لیے احکامات کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا [۴:۱۷۶] اس طرح اللہ اپنی آیات تمھارے لیے واضح کرتا ہے: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْكِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ [۵:۸۹] اللہ کی آیات بالکل واضح ہیں: وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ [۲۴:۱۸] اس طرح اللہ اپنی آیات کی توضیح کرتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ [۲۴:۵۸] اس طرح اللہ اپنی آیات تمھارے سامنے کھولتا ہے: وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ [۲۴:۵۹] اس طرح اللہ تمھارے سامنے آیات بیان کرتا ہے: لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ [۲۴:۶۱] عنقریب ان کو اپنی آیات آفاق میں بھی دکھائیں گے اوران کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی حق ہے [۴۱:۵۳] ہم نے تمھاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں: وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ وَ مَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ [۲:۹۹] قرآن سراسر ہدایت ہے ایسی بینات پر مشتمل جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی

ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ [۲:۱۸۵] جو بینات تمھارے پاس آ چکی ہیں اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو جان رکھو: فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ م بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ [۲:۲۰۹] اللہ کے گھر میں آیات بینات کھلی ہوئی نشانیاں ہیں: فِيْهِ اٰيٰتٌ م بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ [۳:۹۷] ہم نے آیات بینات کے ساتھ قرآن کو نازل کیا ہے اور ہدایت اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے: وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ م بَيِّنٰتٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ [۲۲:۱۶] اللہ اپنے بندے پر آیات بینات نازل کر رہا ہے تاکہ تمھیں ظلمت سے نور میں لے آئے: هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [۵۷:۹] اور ہم نے صاف صاف آیات نازل کی ہیں: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ [۵۸:۵] رسول ان کے پاس کھلی کھلی دلیلیں اور نشانیاں لے کر آتے رہے مگر انھوں نے کہا کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے: ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ [۶۴:۶] ہم نے صاف صاف ہدایات دینے والی آیات تمھارے پاس بھیج دی ہیں: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ [۲۴:۳۴] ہم نے صاف صاف حقیقت بتانے والی آیات نازل کر دیں: لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [۲۴:۴۶]۔ اور وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے تاکہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے رستے معلوم کرو۔ "عقل والوں کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں: وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ [۶:۹۷]، اور وہی تو ہے جس نے تمھیں ایک شخص سے پیدا کیا پھر [تمھارے لیے] ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی۔ سمجھنے والوں کے لیے ہم نے [اپنی] آیتیں کھول کھول کر

بیان کردی ہیں: وَ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ فَمُسۡتَقَرٌّ وَّ مُسۡتَوۡدَعٌ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّفۡقَهُوۡنَ [۹۸:۶]، ''[کہو] کیا میں اللہ کے سوا اور منصف تلاش کروں حالانکہ اُس نے تمھاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب [تورات] دی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ تمھارے رب کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔'' اَفَغَیۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِیۡ حَکَمًا وَّ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکُمُ الۡکِتٰبَ مُفَصَّلًا وَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّکَ بِالۡحَقِّ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ [۱۱۴:۶]، ''اور یہی تمھارے رب کا سیدھا رستہ ہے جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کردی ہیں: وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسۡتَقِیۡمًا قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ [۱۲۶:۶]، ''اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس کو علم و دانش کیساتھ کھول کھول کر بیان کردیا ہے [اور] وہ مومن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔'' وَ لَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِکِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ هُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ [۵۲:۷]، ''اور اسی طرح ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں [تاکہ تم لوگ ان پر عمل کرو] اور اس لیے کہ گنہگاروں کا رستہ ظاہر ہو جائے'' وَ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ وَ لِتَسۡتَبِیۡنَ سَبِیۡلُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ [۵۵:۶]، ''پوچھو تو کہ جو زینت [و آرائش] اور کھانے [پینے] کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں اُن کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے: قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰهِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ قُلۡ هِیَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا خَالِصَۃً یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ [۳۲:۷]، ''اور اسی طرح ہم [اپنی] آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ یہ رجوع کریں: وَ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ [۱۷۴:۷]، ''اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کے لیے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں: فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخۡوَانُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ [۱۱:۹]، ''دنیا کی زندگی کی مثال مینہ کی سی ہے کہ ہم نے اُس کو آسمان سے برسایا پھر اُس کیساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں ملا کر نکالا یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوش نما اور

آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم [عذاب] آ پہنچا تو ہم نے اُس کو کاٹ [کر ایسا کر] ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ جو لوگ غور کرنے والے ہیں اُن کے لیے ہم [اپنی قدرت کی] نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں: اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا وَ ازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَھْلُھَآ اَنَّھُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْھَآ اَتٰھَآ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْنَھَارًا فَجَعَلْنٰھَا حَصِیْدًا کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ [۱۰:۲۴]، ''وہ تمھارے لیے تمھارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن لونڈی [غلاموں] کے تم مالک ہو وہ اس [مال] میں جو ہم نے تمھارے عطا فرمایا ہے تمھارے شریک ہیں؟ اور [کیا] تم اس میں [ان کو اپنے] برابر [مالک سمجھتے] ہو [اور کیا] تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم عقل والوں کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں: ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ھَلْ لَّکُمْ مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ شُرَکَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَھُمْ کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ [۳۰:۲۸]، ''وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور [کاموں کا] حساب معلوم کرو یہ [سب کچھ] اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے سمجھنے والوں کے لیے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے: ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ [۱۰:۵]، ''الٓر۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کردی گئی ہیں: الٓر کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ [۱۱:۱]، ''اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان جیسا کہ تم دیکھتے ہو [اتنے] اونچے بنائے پھر عرش پر جا ٹھہرا اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک، ایک میعاد تک گردش کر رہا ہے، وہی [دنیا کے] کاموں کا انتظام کرتا ہے [اس طرح] وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے رب کے رُوبرو جانے کا یقین کرو: اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ [۱۳:۲]،

''۔[ایسی] کتاب جس کی آیتیں واضح [المعانی] ہیں [یعنی] قرآن عربی ان لوگوں کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں' کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ [۴۱:۳]''اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے ہاں [یہ اللہ کا کلام ہے] جو [کتابیں] اس سے پہلے [کی] ہیں اُن کی تصدیق کرتا ہے اور اُنہی کتابوں کی [اس میں] تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں [کہ] یہ رب العالمین کی طرف سے [نازل ہوا] ہے'' وَ مَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَ تَفۡصِیۡلَ الۡكِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ [۱۰:۳۷]'' ان کے قصے میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ [قرآن] ایسی بات نہیں ہے جو [اپنے دل سے] بنالی گئی ہو بلکہ جو [کتابیں] اس سے پہلے [نازل ہوئی] ہیں اُن کی تصدیق [کرنے والا] ہے اور ہر چیز کی تفصیل [کرنے والا] اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے: لَقَدۡ كَانَ فِیۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ مَا كَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَ لٰكِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَتَفۡصِیۡلَ كُلِّ شَیۡءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ [۱۲:۱۱۱]۔قرآن کی آیات پر اعتراض کرنے والوں کے اعتراض ختم ہی نہیں ہوتے لہٰذا اس کا جواب نہایت بلیغ طریقے سے دیا گیا: وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِیًّا لَّقَالُوۡا لَوۡلَا فُصِّلَتۡ اٰیٰتُهٗ ءَ اَعۡجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ قُلۡ هُوَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًی وَّشِفَآءٌ وَالَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّهُوَ عَلَیۡهِمۡ عَمًی اُولٰٓئِكَ یُنَادَوۡنَ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِیۡدٍ [۴۱:۴۴]

قرآن میں آتا ہے اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا مگر یہ ہیں کہ کائنات کی نشانیوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں: وَ جَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا وَّ هُمۡ عَنۡ اٰیٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ [۲۱:۳۲] یہاں توجہ کرنے سے مراد کیا علم فلکیات کے اصول اخذ کرنا ہے یا اللہ کی ربوبیت، صفت تخلیقیت، صناعی پر ایمان لانا ہے؟ عہد حاضر کی سائنس کہہ رہی ہے کہ کائنات بڑھ رہی ہے، پھیل رہی ہے اور قرآن کہہ رہا ہے کہ ہم زمین کو مختلف سمتوں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں: بَلۡ مَتَّعۡنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمۡ حَتّٰی طَالَ عَلَیۡهِمُ الۡعُمُرُ اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا اَفَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ [۲۱:۴۴] تو کیا قرآن کا یہ بیان سائنس کے خلاف ہے؟ سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ زمینوں کی اقسام کا ذکر کرتے ہیں۔طیب اور خبیث زمین: وَ الۡبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخۡرُجُ نَبَاتُهٗ

بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ [۵۸:۷] اسی طرح قرآن نے پھٹ جانے والی زمین کا ذکر کیا: وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ [۱۲:۸۶] تو کیا اس آیت سے [Soil Testing or Soil Engineering] زمین سے متعلق علوم سائنس کا بیان ہے یا زرخیز اور بنجر قلب کا ذکر ہے جہاں یادالٰہی کا شجر پروان نہیں چڑھ سکتا۔قرآن میں آتا ہے: واحصیٰ کل شیء عددا [۲۸:۷۲] کہ اللہ نے ایک ایک چیز کو گن رکھا ہے تو کیا اس آیت سے علم الاحصاء اور علم الاعداد کا وجوب ثابت کرنا مقصود ہے۔کیا آیت ۴۹:۱۸ میں احصٰها سے مراد یہی حسابی علم ہے؟ کیا آیت، ۹۴:۱۹ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا علم شماریات وحساب سے متعلق ہے؟ کیا آیت ۲۹:۷۸ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًا میں یہی علم مقصود ہے کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر لکھ دی ہے؟ کیا آیت ۲۰:۷۳ میں تُحصُوهُ اللہ ہی رات اور دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے سے مراد علم الحساب ریاضی یا الجبرا ہے؟ سورۃ طلاق میں واحصوا العدۃ عدت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار رکھو۔[۱:۶۵] کیا اس سے مراد علم الحساب ہے کیا آیت ۱۱:۱۸ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا شمار قیام مدت سے مراد علم حساب ہے کیا آیت ۳۴:۱۴ اور ۱۸:۱۶ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ میں گنتی سے مراد یہی حساب کتاب کا علم ہے جو یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا ہے؟ قرآن میں آتا ہے لوگو ہم نے تمھاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمھارا ہی ذکر ہے: لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [۱۰:۲۱] وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ [۷۱:۲۳] بلکہ ہم ان کا اپنا ہی ذکر ان کے پاس لائے ہیں اور وہ اپنے ذکر سے منہ موڑ رہے ہیں۔تو کیا اس سے مراد علم تاریخ، علم الانسان، علم تشریح، اعضاء یا علم بشریات [Anthropology] کا حصول مقصود ہے؟ کیا آیت ۲۶:۷، ۸ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ...... اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کا مطلب علم نباتات کی تحقیق ہے؟ اور نباتیات [Botany] کا علم یہاں سے اخذ کیا جائے؟ یا ترکی کے مفکر ڈاکٹر ہلوک نور باقی کی طرح قرآن کی آیت ۸۷:۴، ۵ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ...... فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى جس نے نباتات اگائیں پھر ان کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا سے

پیٹرولیم کا وجود ثابت کرنا مقصود ہے؟ اسی طریقے سے علامہ سعید نورسی نے ریلوے، بجلی، اور نہ جانے کیا کچھ قرآن کی آیات سے نکال دیا یہ جدیدیت مغربیت اور جدید سائنس سے انتہا درجے کی مرعوبیت ہے۔ یہ امت کے فہم اجتماعی، اجماع اور تفسیر ماثور سے کامل انحراف ہے۔ یہ ان الذین یلحدون فی ایتنا سے مماثل عمل ہے جس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

قرآن مجید کی آیات سے اس قسم کے استنباط کے باعث پرویز صاحب اور اُن جیسے دیگر مفکرین نے یہ اجتہادات فرمائے کہ مساجد کے متولی امام اور موذن صرف وہ لوگ ہوسکتے ہیں جو صاحب نصاب ہوں کیوں کہ قرآن نے کہا ہے کہ: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَی الزَّكٰوةَ وَ لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىٕكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ[۹:۱۸] جب تک کسی شخص کے پاس دو کمرے نہ ہوں اس کو شادی کی اجازت نہیں ہے اور ہر طالب نکاح کی ذمہ داری ہے کہ وہ کم از کم دو کمرے کا گھر بنائے اس کی دلیل نص ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ [۲۴:۵۸] کیونکہ کمرے میں داخلے کی اجازت اسی وقت لی جائے گی جب دوسرا کمرہ ہوگا اور دوسرا کمرہ نہیں ہوگا تو خلوت ممکن نہیں ہوگی۔ خلوت صحیحہ کی جگہ مہیا کیے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوسکتا۔ اس قسم کے اجتہادات کا عصر حاضر میں مطلب ہے اسلام بذریعہ سائنسی روح۔ اجتہادات کا یہ سلسلہ جاری رہے تو حضرت ذوالقرنین کے واقعے سے دریاؤں پر بند باندھنے کی ٹیکنالوجی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی آیات سے میٹرنٹی ہوم کا ناجائز ہونا، اصحاب کہف کے قصے سے میڈیکل سائنس میں Bedsore کا ثابت کرنا کہ اللہ تعالیٰ انھیں دائیں بائیں کروٹیں دلاتا تھا کہ کہیں ان کی پیٹھ میں پھوڑے نہ نکل آئیں، پس ثابت ہوا کہ جدید طب نے یہ طریقہ سورۃ کہف کی آیت پڑھ کر اختیار کیا ہے ایسے مضحکہ خیز سائنسی تصورات سے خدا کی پناہ طلب کرنی چاہیے، اسی اصول اجتہاد و استنباط احکامات کے فلسفے کے تحت سورۃ غاشیہ کے غالیچے اور مخملیں نہالچے سے کارپٹ انڈسٹری کا وجوب ثابت کیا جاسکتا ہے۔ قرآن میں قواریر کے ذکر سے چاندی جیسی شیشیاں بنانے کا فن نکالا جانا ممکن ہے کہ شیشہ سازی میں وہ کمال حاصل کرو

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

کہ شیشہ صیقل ہو کر موتی کی طرح چمکنے لگے۔

سورۃ جاثیہ میں آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں ایمان لانے والوں کے لیے اور تمھاری اپنی پیدائش میں اور ان حیوانات میں جن کو اللہ [زمین میں] پھیلا رہا ہے بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین لانے والے ہیں اور شب و روز کے فرق و اختلاف میں: اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ...... وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ [۴۵:۳-۴] کیا ان نشانیوں کے لیے کسی یونیورسٹی جانے یا کسی سائنس دان سے ملاقات کی ضرورت ہے؟ کیا اس کے بغیر آیات الٰہی کو جاننا ممکن نہیں ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان براہ راست آیات الٰہی پر غور کر کے اللہ کو نہیں پہچان سکتا جب تک وسیلہ نہ ہو اور وسیلہ بھی مادی، طبعی، دنیاوی، سائنسی، حسی اور تجرباتی نہ ہو کیا اس نقطۂ نظر کے نتیجے میں اس رویے اور طریقے سے دین کے پھیلنے کا امکان ہے یا سمٹنے کا؟

قرآن اور سائنس: دونوں غلطیوں سے پاک؟

ڈاکٹر نائیک صاحب فرماتے ہیں:

> ”کلام خداوندی میں غلطی نہیں ہو سکتی اس میں سائنسی غلطیوں کا امکان ہی نہیں“۔(۱)

یہ کہنا کہ قرآن میں سائنسی غلطیوں کا امکان نہیں ہے یا یہ کہنا کہ قرآن میں سائنسی غلطیوں کا امکان موجود ہے نہایت نامناسب بات ہے، سائنس کیا ہے کیا نہیں ہے، سائنسی غلطی کسے کہتے ہیں؟ صحیح سائنس کیا ہوتی ہے؟ سائنس کبھی صحیح اور وہی سائنس کبھی غلط کیوں ہو جاتی ہے؟ عہد حاضر کے اہم ترین فلسفی کارل پاپر کے مطابق سائنس غلط ہوتی رہتی ہے، اس علم میں تردیدیت کی صلاحیت Falsification ہی اس کی اصل قوت ہے، سائنس اصول تردید کی طاقت سے آگے بڑھتی ہے اور سائنسی علم وہی علم ہے جس کی تردید کسی بھی لمحے کسی بھی موقع پر کی جاسکے، لہٰذا جو علم خود تردید کے عمل سے اپنی عظمت قائم کرتا ہے اس کو جانے بغیر یہ کہنا کہ قرآن میں سائنسی غلطیوں کا امکان نہیں غلط دعویٰ ہے، اس دعوے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں کوئی سائنسی بیان سرے

۱۔ ذاکر نائیک خطباتِ ذاکر نائیک، صفحہ ۶۲۔

سے نہیں ہے ورنہ تمام سائنسی بیانات غلط ہو سکتے ہیں ان کا غلط ہونا ہی ان کے سائنس ہونے کا ثبوت ہے، اگر وہ غلط ہونے کی صلاحیت کھو دیں گے تو وہ مذہبی بیانات بن جائیں گے۔ مثلاً دو ہزار سال تک زمین ساکن تھی پھر اچانک دو ہزار سال کے بعد متحرک ہوگئی تو یہ کیا معاملہ ہے سائنس ایک ابہام ایک مغالطہ، مفروضات کا گورکھ دھندہ اور ظنی وقیاسی علم ہے اس علم کے بارے میں یہ کہنا کہ قرآن میں سائنسی غلطیوں کا امکان نہیں عجیب بات ہے۔ جب سائنس غلطیوں کی اصلاح کے سہارے آگے بڑھ رہی ہے اور اس کا کوئی نظریہ اور اصول، حتمی وقطعی نہیں ہے تو یہ کہنا کہ سائنسی غلطیوں کا امکان قرآن میں نہیں نا درست بیان ہے، اگر قرآن سائنس کے کسی نظریے، اصول، مساوات، تجربے اور تجربے کی تصدیق کرتا ہے تو اس کا سو فیصد امکان موجود ہے کہ یہ نظریہ مستقبل میں غلط ہو جائے لہٰذا قرآن کو سائنسی منہاج پر پرکھنے کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ قرآن میں سائنسی غلطیوں کا امکان پیدا ہوتا رہے گا۔

غالباً ذاکر نائیک صاحب سائنس سے واقف نہیں وہ Feyerabend اور Popper کا سرسری مطالعہ فرمالیں تو ان کو سائنس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ سائنس خود اغلاط کا دفتر اور ٹھوکروں کا پلندہ ہے، وہ ان اغلاط کو درست کرکے ارتقاء کا سفر طے کرتی رہتی ہے لیکن اس کی عاجزی یہ ہے کہ وہ کبھی خود کو قطعی، حتمی اور آخری نہیں قرار دیتی لہٰذا سائنس کو جانے بغیر یہ دعویٰ کرنا کہ اس میں سائنسی غلطی کا امکان نہیں غیر علمی دعویٰ ہے، کارل پاپر لکھتا ہے کہ: یہ Problem Solving علم ہے، ہمارے مسائل حل کر دیتا ہے بس کام چلا دیتا ہے کلام چلاتا رہتا ہے۔ کیا وحی الٰہی، الکتاب، الفرقان صرف Problem solving activity کے لیے نازل ہوتے ہیں ظاہر ہے؟ یہ باطل دعویٰ ہے۔ سائنس جب خود اپنے منہاج، طریقہ کار، اصولوں، تجربات اور نتائج میں غلطیوں کے سوفی صد امکان کو تسلیم کرتی ہے تو اس کو غلطیوں سے مبرا قرار دینا اور اس کی بنیاد پر قرآن کو پرکھنے کا دعویٰ ایک غلط دعویٰ ہے۔ قرآن کو پرکھنے کی شے سائنس نہیں ہے سائنس کو اتنے بلند مرتبے پر فائز کر دینا سائنس سے عدم واقفیت ہے۔

لے کاٹوش نے سائنس کے ٹھوس ہونے کی حقیقت کو درج ذیل مثال سے غلط ثابت کیا ہے اور سائنس دانوں کے کلامی دلائل کا احاطہ کیا ہے، یہ عجیب وغریب مثال پڑھیے:

The story is about an imaginary case of planetary

misbehaviour. A. physicist of the pre Einstenian era takes Newton's mechanics and his law of gravitation, N, the accepted initial conditions, I, and calculates, with their help, the path of a newly discovered small planet, p, But the planet deviates from the calculated path. Does our Newtonian physicist consider that the deviation was forbidden by Newton's theory and therefore that, once established, it refutes the theory N? No. He suggests that there must be a hitherto unknown planet p', which perturbs the path of p. He calculates the mass, orbit, etc. of this hypothetical planet and then asks an experimental astronomer to test his hypothesis. The planet p' is so small that even the biggest available telescopes cannot possibly observe it; the experimental astronomer applies for a research grant to build yet a bigger one. In three years time, the new telescope is ready. Were the unknown planet p' to be discovered, it would be hailed as a new victory of Newtonian science. But it is not. Does our scientist abandon Newton's theory and his idea of the perturbing planet? No. He suggests that a cloud of cosmic dust hides the planet from us. He calculates the location and properties of this cloud and asks for a research grant to send up a satellite to test his calculations. Were the satellite's instruments (possibly new ones, based on a little-tested theory) to record the existence of the conjectural cloud, the result would be hailed as an outstanding, victory for Newtonian science. But the cloud is not found. Does our scientist abandon Newton's theory, together with the idea of the perturbing planet and the idea of the cloud which hides it'? No. He suggests that there is some magnetic field in that region of the universe which disturbed the instruments of the satellite. A new satellite is sent up. Were the magnetic field to be found,

Newtonians would celebrate a sensational victory. But it is not. Is this regarded as a refutation of Newtonian science? No. Either yet another ingenious auxiliary hypothesis is proposed or the whole story is buried in the dusty volumes of periodicals and the story never mentioned again. Falsification & methodology of scientific research"(1)

''ایک سائنس داں کسی سیارے کے مدار کے بارے میں نیوٹن کے نظریۂ کشش ثقل کے تحت مطالعہ کرنا چاہتا ہے۔ فرض کریں کہ اس سیارے کے مشاہدہ کرنے پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظریے کے بتائے ہوئے مدار پر سفر نہیں کر رہا۔ کیا وہ اس سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ نیوٹن کا نظریہ کشش ثقل غلط ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ یہ کہے گا اس سیارے کے نزدیک اب کوئی نامعلوم سیارہ موجود ہوگا جس کی کشش کی وجہ سے زیر مطالعہ سیارہ اپنے مدار سے ہٹ کر سفر کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس نامعلوم سیارے کے وزن، حجم اور مدار کے بارے میں حساب وتخمینہ لگاتا ہے اور پھر اپنے ساتھی سائنس دانوں کو اس نامعلوم سیارے کے مشاہدہ کا کام سپرد کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ نامعلوم سیارہ اتنا چھوٹا ہو کہ اب تک کی طاقتور ترین دوربین کی مدد سے بھی نہ دیکھا جاسکتا ہو۔ لہٰذا وہ سائنس دان حکومت سے ریسرچ کی مد میں فنڈ مانگتے ہیں تاکہ ایک بڑی اور طاقتور دوربین تیار کی جاسکے۔ لگ بھگ تین برس کے عرصے میں ایک نئی دوربین تیار کر لی جاتی ہے۔ اگر تو اس دوربین کی مدد سے وہ نامعلوم سیارہ نظر آجائے تو سائنس دان خوشیاں منائیں گے کہ نیوٹن کے نظریے کی ایک بار پھر تصدیق ہوگئی۔ فرض کریں وہ نامعلوم سیارہ دوربین میں دکھائی نہیں دیتا۔ کیا سائنس دان اسے نیوٹن کے نظریے کی شکست تسلیم کرلیں گے؟ نہیں بلکہ وہ کہیں گے کہ دراصل ایک فضائی بادل [cloud of cosmic dust] نے اس نامعلوم سیارے کو ڈھانپ رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ سیارہ ہمیں نظر نہیں آیا۔ چنانچہ سائنس دان مزید ریسرچ فنڈ مانگتے ہیں تاکہ ایک خلائی شٹل بادل کے مشاہدے کے لیے بھیجی جاسکے۔ اگر خلائی شٹل کسی ایسے بادل کی نشاندہی کر دے تو اسے نیوٹن کے نظریے کی زبردست کامیابی قرار دیا جائے گا۔ لیکن فرض کریں وہ بادل بھی نہ پایا جائے کیا اب سائنس دان نیوٹن کے نظریۂ

1. Imre Lakatos & A Musgrave[ed.], *Falsification & the Methodology of Scientific Research Programmes in Criticism and the Growth of Knowledge*, Cambridge: Cambridge University Press, 1974, p.100-101.

کششِ ثقل بشمول اپنے خیالات کہ ایک نامعلوم سیارہ ہے یا یہ کہ ایک فضائی بادل ہے کی تردید کر دیں گے؟ نہیں بلکہ اب وہ کہیں گے کہ کائنات کے اس حصے میں کوئی مقناطیسی قوت [Magnetic Field] ہے جس نے سٹیلائٹ کے آلات کو صحیح کام نہیں کرنے دیا ہوگا جس کی وجہ سے وہ بادل دریافت نہ ہوسکا۔ چنانچہ ایک نئی قسم کی خلائی شٹل تیار کر کے فضا میں بھیجی جاتی ہے۔ اگر وہ مقناطیسی قوت وہاں مل جائے تو نیوٹن کے مداح سائنس دانوں کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔ لیکن فرض کریں ایسا نہ ہوسکے۔ کیا اب وہ نیوٹن کے نظریے کی شکست تسلیم کرلیں گے؟ نہیں بلکہ وہ ایک نیا اضافی مفروضہ تراشیں گے.......... یہاں تک کہ یہ سالوں پر محیط کہانی تحقیقی رسالوں کی اقساط میں دب کر گم ہوجاتی ہے اور پھر کبھی بیان نہیں کی جاتی''۔ اس مثال کے بیان سے مقصود یہ بتانا ہے کہ تجربات کی روشنی میں کسی سائنسی نظریے کی حتمی تردید کا دعویٰ ایک غلط دعویٰ ہے۔

نائیک صاحب لے کاٹوش کو مختصراً پڑھ لیں تو ان کے بہت سے علمی توہمات جو صرف سائنس پر غیر معمولی ایمانیات و اعتقاد کا ثمر ہیں خود رفع ہوجائیں گے۔ خطابت اور اخلاص علم کا متبادل نہیں ہوسکتا۔ آپ کا اخلاص بلاشبہ سر آنکھوں پر لیکن اخلاص کی تلوار سے علم اور عقیدے کی دیوار گرانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

یعنی قرآن اس لیے برحق اور اغلاط سے مبرا ہے کہ اس میں سائنسی نتائج کی بنیاد پر سائنس سے متصادم کوئی نظریہ یا بات بیان نہیں کی گئی۔ کسی چیز کے حق پر ہونے کی دلیل اس کا سائنس سے متضاد نہ ہونا اور سائنس و قرآن کا ہم آہنگ ہونا لازمی ہے، یہ تصور دین میں ایک نئے فریضے کا اضافہ اور بدعت و ضلالت ہے۔ اور سائنس بھی وہ جس کا حال عہد حاضر کے ایک اہم ترین فلسفی اور سائنس داں نے کتنی خوبصورتی سے کھول کر رکھ دیا ہے اس کے باوجود اگر نائیک صاحب سائنس کو ٹھوس کہتے ہیں تو یہ ان کی سادہ لوحی کی انتہا ہے۔

چھ دنوں میں تشکیل کائنات کی سائنسی توجیہہ: ایک چیستان:

ڈاکٹر ذاکر نائیک فرماتے ہیں:

''سائنس داں ہمیں بتاتے ہیں کہ چوبیس گھنٹے والے چھ دنوں میں کائنات کی تشکیل ممکن ہی نہیں، قرآن بھی اس حوالے سے چھ ایام کا ذکر کرتا ہے۔۔

☆ الاصل بقاء ما کان علی ما کان ☆ بنیادی طور پر جو چیز جس حالت پر ہو اسی پر باقی رہتی ☆

لفظ یوم کا مطلب چوبیس گھنٹے کا ایک دن بھی ہوتا ہے اور اس سے مراد طویل عرصہ بھی ہوسکتا ہے یعنی ایک زمانہ اور یہ بات تسلیم کرنے میں کسی سائنس داں کو کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ دنیا چھ طویل وقفوں یا زمانوں میں تخلیق ہوئی''۔(۱)

یوم کی تشریح کی ضرورت جناب نائیک صاحب کو اس لیے محسوس ہوئی کہ سائنس دانوں نے اعتراض کیا، گویا اگر یہ اعتراض دور کر دیا جاتا تو سائنس دان اسلام لے آتے۔ کیا متکلمین اور علماء کا کام سائنس دانوں کے اعتراضات کی روشنی میں عصر حاضر کے علوم انسانی کے قرآن کے ایسے مفاہیم متعین کرنا ہے جو ان علوم سے ہم آہنگ ہوں؟ وہ سائنس جو اٹکل پچو طریقے سے چلتی ہے جس کی کوئی سند نہیں، جو نہایت متغیر اور متنوع جنس ہے، جو ہر لمحے تبدیلی کے عمل سے گزر رہی ہے جس کا پورا کارخانہ قیاس، گمان، تخمینوں، اندازوں بلکہ سادہ لفظوں میں غلط بیانی پر منحصر ہے، اس کی مطابقت قرآن سے کیوں ثابت کی جائے؟ اگر ڈاکٹر نائیک صاحب قرآن کا بہ غور مطالعہ کرتے تو انھیں اللہ کے ایک یوم کی تشریح اسی قرآن میں خود مل جاتی کہ اللہ کا ایک دن ایک ہزار برس کا ہوتا ہے اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا ایک دن پچاس ہزار برس کے برابر ہوتا ہے: تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ [۷۰:۴]، وَ يَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ وَ لَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ وَ اِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ [۲۲:۴۷]۔ جب قرآن نے خود ہی تشریح کردی کہ اللہ تعالیٰ کے ایک دن کو انسان اپنی دنیا کے ایک یوم پر قیاس نہ کرے تو نائیک صاحب کی تشریح خود بخود بے معنی ہو جاتی ہے۔ سورۃ سجدہ میں آتا ہے وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد اس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمھارے شمار سے ایک ہزار سال ہے: يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يَعۡرُجُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗۤ اَلۡفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ [۳۲:۵] سائنس دان صرف ایسے دن کو مانتے ہیں جو چوبیس گھنٹے کا ہے، ان کی تفہیم کے لیے نائیک صاحب یوم کی تشریحات ''دَوْر'' سے فرمارہے تھے تو کیا یہ آیت ان کی نظر سے نہیں گزری، اللہ تو خود ہی تشریح فرما چکا ہے کہ اس کا ایک یوم انسانوں کے قیاس کردہ یوم کے برابر نہیں ہوتا۔ اس دنیا کے اصول اور

۱۔ ذاکر نائیک، خطباتِ ذاکر نائیک، صفحہ ۶۳۔

حساب و کتاب اس محدود و مختصر دنیا کے اصولوں سے مماثل نہیں ہوتے یہ طبعی اور مادی دنیا ہے وہ غیر طبعی اور روحانی دنیا ہے جس کا ذکر انسانوں کی محدود زبان میں کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ لا محدود ہستی کے افعال و اعمال کا ادراک ہماری محدود زبان نہیں کرسکتی اور نہ ہی اسے سائنس کے ذریعے گرفت میں لایا جاسکتا ہے۔ جہنم میں انسان کتنا عرصہ رہے گا قرآن نے بتایا کہ وہ مدتوں پڑا رہے گا۔ لّٰبِثِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَحۡقَابًا [۷۸:۲۳] احقاب کے معنی ہیں پے در پے آنے والے طویل زمانے، ایسے مسلسل ادوار کہ ایک دور ختم ہوتے ہی دوسرا دور شروع ہو جائے، اگر نائیک صاحب لفظ احقاب سے مدد لیتے تو سائنس داں شاید اس لفظ کے ذریعے نفس مطمئنہ کی نعمت سے فیض یاب ہوسکتے تھے اور نائیک صاحب یوم کی تشریح سے بھی بچ سکتے تھے۔ نائیک صاحب یہ بھی بتائیں کہ اس آیت میں کیا احقاب کے ادوار سے مراد یہ لی جائے گی کہ آخر کار جہنم کے شعلے بجھا دیے جائیں گے اور وہ فنا ہوجائے گی جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں کا خیال ہے کہ جنت و جہنم کو دوام حاصل نہیں ہے۔ جبکہ قرآن بتاتا ہے کہ جہنم ابدی ہے: اُولٰٓئِکَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ [۱۳:۵]

مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اللہ کا دن کتنا طویل ہوتا ہے اور اس بیان کردہ عرصے میں تخلیق کائنات ممکن ہے یا نہیں؟ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے کائنات بنادی تو آپ تسلیم کرلیں۔ اس بیان کی عقلی دلیل اہم نہیں ہے۔ ایمان اہم ہے اعتراض کرنے والا سائنس داں تو چھ یوم کے دورانیے پر بھی اعتراض کرسکتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ پس ثابت ہوا کہ تمھارا رب بھی بعض امور میں مجبور ہے مالک کل نہیں ہے۔ اسے دنیا تخلیق کرنے کے لیے اتنی طویل ریاضت اور اس قدر طویل زمانوں کی ضرورت کیوں پڑی؟ جو نائیک صاحب نے ثابت فرمادیے وہ پوچھ سکتا ہے کہ کیا تمہارا اللہ مجبور محض ہے کیا وہ کُن فیکون کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس قدر بڑی کائنات کو ایک لمحے میں بنا سکے؟ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کہ وہ پلک جھپکنے کے وقفے میں اپنے حکم پر عمل درآمد کراسکتا ہے؟ نائیک صاحب کی یوم کی تشریح کے نتیجے میں اللہ کی صفت تخلیق کلمح البصر کے کمال کا بھی انکار کردیا گیا کہ سائنس داں اسے کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔ تو کیا ہم سائنس دانوں کی خوشنودی کے لیے کلام اللہ کے الفاظ کے نئے مطالب گھڑتے چلے جائیں؟ اللہ فرماتا ہے: فعال لما یرید اور جو چاہے کر ڈالنے والا ہے۔ وہ کہتا ہے: نخلق ما یشاء جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اس کی قدرت

ہر چیز پر حاوی ہے: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ أُمَّهُ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [۱۷:۵] فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ [۱۶:۸۵]۔ یعنی اللہ چاہے تو ایک لمحے میں، پلک جھپکنے میں، ایک ہزار یوم میں، پچاس ہزار ایام میں کائنات بنا دے اور اگر صرف یہ کہہ دے کہ کن اور فیکون ہو جائے یہ آیات اللہ کی قدرت پر دلالت کر رہی ہیں نہ کہ ان آیات سے ایام کی بحث، چوبیس گھنٹے کے دن کا حساب کتاب سائنس کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔ اعتراض کرنے والا تو یہ بھی اعتراض کر سکتا ہے کہ اگر اللہ کلمح البصر کی مدت میں کوئی کام کر بھی دے تو کیا کمال ہے یہ صفت تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق حضرت سلیمانؑ کے اس امتی کو بھی حاصل تھی جو پلک جھپکتے میں تخت بلقیس لے آیا تھا: قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ أَنَا اٰتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِيٓ ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ [۲۷:۴۰] اَنْ يَّرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ اگر مختصر زمانے میں تخلیق کائنات کی تکمیل ممکن بھی ہو تو اس میں خالق کا کیا کمال یہ تو اس کی مخلوق کو بھی حاصل ہے؟ چلیے اگر اس کمال الٰہی کو مان لیا جائے کہ وہ پلک جھپکنے کے لمحے میں سب کچھ کر سکتا ہے تو اعتراض کرنے والا اس دلیل کو اس بنیاد پر رد کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے ہی کائنات کو بنانے کا ارادہ یا خیال کیا، یہ خیال اسی لمحے تخلیق کے مرحلے سے کیوں نہیں گزر گیا؟ کیا خدا بھی انسانوں کی طرح محتاج زماں و مکاں ہے کہ اس نے کائنات قسطوں میں تخلیق کی؟ وہ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کائنات کیا طویل زمانوں میں ہی بن سکتی تھی؟ کیا قلیل زمانوں میں اس کائنات کی تعمیر، تشکیل، تخلیق ممکن نہیں تھی؟ کوئی ذاکر نائیک صاحب سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت برپا کرنے میں کچھ دیر نہ لگائے گا مگر بس اتنی کہ جس میں آدمی کی پلک جھپک جائے بلکہ اس سے بھی کم: إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ [۱۶:۷۷] تو کائنات کی تشکیل میں اسے چھ دن کیوں لگ گئے؟ جب دنیا لمحے بھر میں تباہ ہو سکتی ہے، کھربوں انسان قبروں سے اٹھا کر زندہ کھڑے کیے جا سکتے ہیں، زمین کو ہموار کر کے میدان حشر لمحوں میں قائم کیا جا سکتا ہے، کھربوں انسانوں کے ہاتھوں میں نامہ اعمال تھما کر حساب کتاب شروع ہو سکتا ہے، کھولتی ہوئی جہنم تیار کی جا سکتی ہے، نعمتوں سے بھرپور جنت بنائی جا سکتی ہے، تو اسی مماثل مدت میں

تخلیق کائنات کیوں نہیں ہوسکی؟ ۔چونکہ سائنس کا یہ دعویٰ تھا کہ کائنات چھ دن میں نہیں بن سکتی لہٰذا ذاکر نائیک صاحب نے فوراً یہ عقلی اعتراض تسلیم کرلیا۔اور اسے رفع کرنے کے لیے عقلی دلائل دینے لگے یہ سوچے بغیر کہ ان کم زور عقلی دلائل کی زد کہاں کہاں پڑسکتی ہے۔ امام رازیؒ سے لے کر آج تک تمام متکلمین اور مفسرین اس آیت تخلیق کائنات چھ دن میں کیوں؟[ستتہ الایام] کی کوئی عقلی توجیہہ نہیں کرسکے اور آخر کار انھیں یہی کہنا پڑے کہ اللہ مالک الملک ہے وہ جو چاہے کرے، عقلی اور منطقی اعتراض کبھی ختم نہیں ہوتے کیونکہ ان اعتراضات کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی بلکہ یہ محض ذہنی مشق اور ذہنی عیاشی کا معاملہ ہوتا ہے جس کی بنیاد ریب انکار، اور تردید پر رکھی جاتی ہے، اس لیے کُن فیکون اور کلمح البصر پر بھی اسلام دشمنوں کی جانب سے یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کو یہ کہنے کی کیوں ضرورت پڑتی ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے؟ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ادھر اللہ ارادہ کرنا شروع کردے ادھر تخلیق کا عمل خود بخود شروع ہوجائے؟ اس کے کسی ارادے کو روبہ عمل لانے والے فرشتوں کو پلک جھپکنے میں لگنے والے وقت کے مساوی وقت کی کیوں ضرورت ہوتی ہے؟ بلکہ ارادے کی بھی کیا ضرورت ہے؟ بس وہ جو چاہے ایسا نظام ہو کہ اس کی چاہت لمحوں میں حقیقت کا روپ دھار لے اللہ کو سوچنے ارادہ کرنے، کہنے کی بھی ضرورت کیوں ہو؟

ہر عقلی دلیل پر معترض اس سے زیادہ مضبوط عقلی دلیل کے ذریعے حملہ آور ہوسکتا ہے۔ اس لیے انبیاء معرکہ حق باطل عقل کی تماشہ گاہ میں نہیں ایمان کی سجدہ گاہ میں برپا کرتے ہیں۔ وہ قلب پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس معبد کو فتح کرتے اور قلب کے دریچے کھول کر چشم باطن روشن کرکے امت کو سجدے کی توفیق عطا کرتے ہیں۔یوم، احقاب، دور، وغیرہ وغیرہ اس طرح کے تمام الفاظ، اصطلاحات اور تمام بیانات، امثال وتشبیہات کا مقصد انسانی ذہن، زبان اور فہم کی محدودیت کے پیش نظر اس زبان کے اسلوب ومحاورے اور زبان و بیان میں مالک الملک کی صفات وکمالات کا اظہار وابلاغ مقصود ہے، مثلاً قرآن کی یہ آیت کہ ''ہم نے آسمان بغیر ستون کے بنایا'' اس آیت کی تشریح میں مفسرین اور متکلمین نے دو ہی دلائل دیے: ایک یہ کہ آسمان بغیر ستون کے بنایا گیا جو کمال خداوندی ہے، دوسری تشریح یہ کی گئی کہ آسمان کے ستون تو ہیں لیکن نظر نہیں آتے دونوں تشریحات کا مقصد ذہن انسانی کو یہ بتانا ہے کہ تم ایک چھوٹے سے حجرے کی چھت ستونوں کے بغیر تعمیر کرنے سے عاجز ہو یہ مالک الملک ہے جو اتنا بڑا آسمان بغیر ستون کے تعمیر کرتا ہے، کیا کسی میں یہ جرأت ہے کہ

ایسی بے مثال شے تخلیق کر سکے؟ انسان کو ایسی تخلیق سے عاجز و قاصر بتا کر اللہ تعالیٰ کی شانِ صناعی و خلاقی پر استدلال کیا گیا۔ لیکن ذاکر نائیک جیسے سادہ لوح مگر مخلص مسلم مفکر اس آیت کی روح میں اترنے کے بجائے اس کے ظاہر میں الجھ جائیں گے اور مسلم سائنس دانوں کو ہدایت کریں گے کہ وہ ان ستونوں کو تلاش کریں جو نظر نہیں آرہے تاکہ ہم ستونوں کو مخفی رکھنے کی سائنس و ٹیکنالوجی کے ذریعے اثبات خداوندی کر سکیں۔ آیات ربانی سائنسی تحقیق کے لیے نہیں ایمان ایقان اور یقین میں اضافے کے لیے ہوتی ہیں طبیعی علوم [Physical Science] علوم انسانی میں اضافے کے لیے نہیں ہوتیں۔ ذاکر نائیک صاحب کا چھ یوم کو عام ایام کے بجائے ''طویل زمانہ'' صرف اس لیے تسلیم کرنا کہ قرآن کی سائنس سے اور سائنس دانوں کے ان بیانات سے جن کی قطعیت کے وہ خود قائل ہیں مطابقت پیدا کردی جائے محض معذرت خواہی ہے اور اعلیٰ درجے کی سادگی۔ کل سائنس داں یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ یہ دنیا ان طویل ادوار میں بھی نہیں بن سکتی کیونکہ یہ دنیا اس قدر وسیع و عریض، اتنی متنوع، ایسی رنگا رنگ اور ہر مخلوق کی تخلیق، ارتقاء، تشکیل کا عمل اس قدر پیچیدہ ہے کہ اسے سمجھنے اور جاننے میں صدیاں لگ رہی ہیں تو ایسی پیچیدہ کائنات چند ادوار میں تخلیق ہی نہیں ہو سکتی۔ عقلی اعتراضات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے عقلی جوابات سے ہر ایک مطمئن ہو سکتا ہے۔ اصل مطلوب اطمینان قلبی ہے سائنس داں اگر قرآن پر اعتراضات کرنے لگیں تو ایک سے ایک اعتراض اٹھا سکتے ہیں مثلاً قرآن میں آتا ہے: ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ...... رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ...... وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ...... وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ...... اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ...... وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ...... مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ [۷۹:۲۷ تا ۳۳] کہ اللہ نے پہلے آسمان بنایا، چھت کا توازن قائم کیا، رات ڈھانکی، دن نکالا، اس کے بعد زمین کو اس نے بچھایا، اس کے اندر سے پانی نکالا اور پہاڑ اس میں گاڑے۔ معترض پوچھ سکتا ہے کہ یہ کام تدریج کے ساتھ کیوں ہوئے؟ کیا اللہ یہ تمام کام ایک ساتھ انجام نہیں دے سکتا تھا؟ وہ احسن الخالقین ہے تو اس نے اپنی مخلوق انسانوں کی طرح درجہ بدرجہ کام کیوں کیے؟ یہی اعتراضات البقرۃ کی آیت ۲۹: هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ پر بھی کیے جا سکتے ہیں کہ اللہ نے تمام کام ایک ساتھ کیوں نہ کیے؟ سورۃ اعراف کی: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

☆ عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃ مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاء ☆

الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ [۵۴:۷] پر بھی اعتراض اٹھایا جاسکتا ہے کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو چھ دنوں میں کیوں تخلیق کیا، پانچ دن میں کیوں تخلیق نہیں کیا؟ چھ بڑے ادوار میں ہی کیوں کیا، چار ادوار میں کیوں نہ کرسکا؟ تخلیق کے بعد وہ اپنے تخت سلطنت پر کیوں جلوہ افروز ہوا؟ پہلے کیوں نہ ہوا؟ سورۃ مومنون میں آتا ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ [۱۷:۲۳] اور تمھارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے سائنس داں سات راستوں کو نہیں مانتے لیکن وہ پوچھ سکتے ہیں کہ صرف سات کیوں آٹھ کیوں نہیں؟ بعض عقلی مفسروں نے ''دلیل دی کہ مراد سات سیاروں کی گردش کے راستے ہیں چونکہ اس زمانے کا انسان سبع سیارہ ہی سے واقف تھا اس لیے سات راستوں کا ذکر کیا گیا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ سیارے [Planates] صرف سات ہی ہوں گے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں مگر یہ سیارے بعد میں آٹھ ہوگئے بیسویں صدی میں ایک سیارے [Plauto] کے اضافے کے بعد یہ نو ہوگئے اور اب ۲۰۰۷ء میں دوبارہ سیارے کم ہو کر آٹھ رہ گئے ہیں۔ سو سال تک اسکول، کالج، یونیورسٹی میں یہی پڑھایا جاتا رہا کہ دنیا میں نو سیارے ہیں مگر جو لوگ اس ایمان پر مر گئے کہ سیارے نو ہیں وہ اپنے ایمان کا کیا کریں؟ معترض سورۃ حم السجدۃ کی آیت: وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ...... ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ...... فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ [۴۱:۱۰ تا ۱۲] پر بھی اعتراض اٹھاسکتا ہے کہ اللہ نے یہ کام چار دن میں کیوں کیے تین دن میں کیوں نہ کیے؟ یہ کام کرکے وہ پانچویں دن آسمان کی طرف کیوں متوجہ ہوا؟ زمین کی طرف پہلے کیوں متوجہ ہوگیا آسمان اس وقت محض دھواں کیوں تھا؟ کیا زمین سے خاک اڑ رہی تھی؟ اس کو آسمان اور زمین سے یہ کہنے کی ضرورت کیوں ہوئی کہ وجود میں آجاؤ وہ صرف اشارہ کرتا تو یہ وجود میں آجاتے؟

وہ سورۃ طلاق کی آیت: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا [۱۲:۶۵] پر اعتراض وارد کرسکتا ہے کہ اللہ نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی انہی کے

مانند۔اس کا کیا مطلب؟ آسمان تو سرے سے موجود ہی نہیں تو سات آسمان کا کیا سوال؟ مگر یہ سات زمین کیا ہیں؟ زمین تو ایک ہی ہے سات کیسے ہوگئیں؟ سورۃ نوح: اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا[۷۱:۱۵] اور سورۂ ملک الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ [۶۷:۳] پر بھی اعتراض کرسکتا ہے کہ اللہ نے تہہ بہ تہہ سات آسمان کیوں بنائے آٹھ کیوں نہ بنائے؟۔اور آسمان تو وجود ہی نہیں رکھتا یہ تو محض نظر کا دھوکہ ہے اگر آسمان ہوتا تو انسان چاند پر کیسے پہنچ جاتا؟اعتراض کرنے والے سورۃ ھود کی آیات: وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَ لَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ[۱۱:۷] پر بھی اعتراض کرسکتے ہیں کہ اللہ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں کیوں پیدا کیا آدھے دن میں کیوں نہ کیا؟ پہلے کہا تھا کہ دو دن میں پیدا کیا اب چھ دن میں کیوں؟زمین و آسمان سے پہلے اس کا عرش پانی پر کیوں تھا مٹی پر کیوں نہ تھا؟اور اگر عرش تھا تو اس کا فرش ہ،کہاں تھا؟ وہ فرش آسمان پر لے جاتا تو ہم مانتے۔

نائیک صاحب اگر عقل کے گھوڑے کے ذریعے ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کریں گے تو کبھی کسی نتیجے پر نہ پہنچیں گے سوال کا سلسلہ جاری رہے گا اور جواب سے اطمینان قلبی حاصل نہ ہوگا اسی لیے نقل کی اہمیت مسلم ہے عقل نقل کے تابع ہو،اس کے حصار میں اس کی مطیع اس کی آغوش رحمت میں ہوتی ہے تو وہ صرف عقل نہیں رہتی وہ تعقل قلبی کے پیکر میں ڈھل جاتی ہے ایک نورانی اور روحانی وجود بن جاتی ہے۔عقلِ محض [pure reason]اسی قسم کے جاہلانہ سوالات اٹھاتی رہتی ہے اور وادیوں میں بھٹکتی پھرتی ہے۔

ولیم کیمپ بل سے مناظرہ: خطرناک نتائج:

جناب ذاکر نائیک نے ولیم کیمپ بل کے خلاف تیئس [۲۳] دلائل پیش کیے ہیں اور ان کی بنیاد سائنس کی عہد حاضر کی تحقیقات کو بنایا ہے جو غیر قطعی و غیر حتمی ہیں،ان دلائل کی روشنی میں اگر انجیل رد بھی ہو جائے تب بھی عظمت قرآن کی نہیں سائنس کی ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سائنسی، افادی، حسی، تجربی، اختباری، عملی مگر غیر قطعی عظمت کو اصل عظمت سمجھنا ذاکر نائیک صاحب کی مجبوری بن جاتا ہے لہٰذا وہ قرآن کی تصدیق و تائید بھی سائنس سے پیش کرتے ہیں۔ ایسی تصدیق کی علمی

حیثیت جاننے کے لیے علامہ طنطاوی کی تفسیر کا مطالعہ کافی ہے جو چھبیس جلدوں پر مشتمل ہے اور جس کے تمام سائنسی بیانات دس سال کے عرصے میں مسترد ہو چکے تھے۔ اگر قرآن سے سائنس کی وکالت کرنا جہالت ہے تو بلا شک وشبہ سائنس سے قرآن کی عظمت کو جانچنا اور اس کے بیانات کی توثیق کرنا بدعت اور ضلالت ہے۔ نائیک صاحب کے خیال میں قرآن اور بائبل کو جانچنے، پرکھنے، موازنہ اور مقابلہ کرنے کا منہاج اور پیمانہ کوئی اور نہیں صرف سائنس ہے گویا کسی علم کی صحت کو جانچنے کا واحد پیمانہ سائنس ہے جو ہر لحہ تبدیل ہو رہا ہے۔ ایسے متغیر اور متنوع پیمانے پر قرآن کے حتمی، قطعی اور نا قابل تغیر متن کو جانچنا حد درجہ سادہ لوحی ہے۔

ڈاکٹر کیمپ بل کا اعتراض: نائیک صاحب نقل کی آغوش میں:

ڈاکٹر کیمپ بل نے سورۃ سباء کی آیت ۱۴ میں حضرت سلیمانؑ کا ایک عصا کے سہارے کھڑے رہنے اور اسی حالت میں فوت ہو جانے پر عقلی و سائنسی اعتراضات کیے مثلاً

> ''ڈاکٹر کیمپ بل نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص چھڑی کے سہارے کھڑا ہو وہ فوت ہو جائے اور کسی کو پتا ہی نہ چلا ہو''۔(۱)

ظاہر ہے ان اعتراضات کا عقلی، سائنسی اور منطقی جواب ذاکر نائیک صاحب کے پاس نہیں تھا۔ ذاکر نائیک کا کلام، علم، دلیل خطابت، لفاظی اور سائنسی منطق پر مبنی علم کلام اُن کے کسی کام نہ آیا انھیں آخر کار ایمان، یقین، اور نقل، کے دامن میں پناہ بنا پڑی۔ اس پناہ کے سوا کوئی پناہ گاہ معتبر نہیں لہٰذا انھوں نے فوراً عقلی و منطقی دلیل ترک کر کے نقلی دلیل کا سہارا لیا اور انجیل کے نقلی بیانات یعنی آیات کی بنیاد پر اپنے موقف کو موکد کیا وہ کہتے ہیں:

> ''سورۃ سباء کی آیت کریمہ کی وضاحت بھی متعدد طریقوں سے ممکن ہے، پہلی بات تو یہی ہے کہ سلیمانؑ اللہ کے پیغمبر تھے اور یہ ان کا ایک معجزہ ہوسکتا ہے، جب بائبل یہ کہتی ہے کہ عیسیٰؑ مردہ کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور یہ کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے تو یہ بات حضرت سلیمانؑ کے واقعے کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ نا قابل یقین ہوتی ہے [معاف کیجیے یہ بات

۱۔ ذاکر نائیک، خطباتِ ذاکر نائیک، صفحہ ۹۷۔

صرف بائبل نہیں کہتی قرآن بھی یہی کہتا ہے] آپ خود بتایئے کسی مردے کا زندہ کر دینا اور بغیر باپ کے پیدا ہونا زیادہ حیرت انگیز ہے یا کسی مردہ شخص کا چھڑی کے سہارے کھڑے ہونا؟ اللہ عیسیٰ کے ذریعے معجزات ظاہر فرما سکتا ہے تو حضرت سلیمانؑ کے ذریعے کیوں نہیں فرما سکتا، موسیٰؑ کیلئے سمندر میں راستہ بن سکتا ہے، ان کا عصا اژدہے میں تبدیل ہو سکتا ہے بائبل یہ بتاتی ہے قرآن بھی۔ سو اگر اللہ تعالیٰ کے لیے یہ ممکن ہے تو حضرت سلیمانؑ والا واقعہ کیوں ممکن نہیں؟(۱)

متعدد دیگر تاویلات بھی ممکن ہیں کیوں کہ قرآن یہ تو کہہ ہی نہیں رہا کہ حضرت سلیمانؑ بہت طویل عرصے تک چھڑی کے سہارے کھڑے رہے تھے۔(۲)

کچھ دیر پہلے ذاکر نائیک صاحب نے کہا تھا کہ قرآن کی کوئی آیت جدید سائنسی تحقیق اور تجربات سے متصادم نہیں ہو سکتی۔ لیکن جیسے ہی حضرت سلیمانؑ کا واقعہ کیمپ بل نے پیش کیا نائیک صاحب کی عقلی سائنسی دلیلیں ایک لمحے میں عاجز، قاصر اور ناکام ہو گئیں وہ فوراً نقل کے حصار میں تشریف لے آئے۔ سوال یہ ہے کہ طویل عرصے تک حضرت سلیمانؑ وصال مبارک کے باوجود عصا کے سہارے کھڑے رہے، ایک انسان موت کے بعد صحیح و سالم حالت میں کیسے کھڑا رہ سکتا ہے؟ اس کا توازن کیوں نہیں تبدیل ہوا اس کا جسم انحطاط پذیر کیوں نہ ہوا؟ اجزائے جسمانی کی کیمیائی تحلیل تعلیل کیوں نہ ہوئی؟ [قطع نظر اس کے کہ محفوظیت اجساد نبیا احادیث، یعنی نقل، سے ثابت ہے] یہ تمام سوالات علت و معلول [Cause and Effect] اور سائنس کی اقلیم و منہاج میں پیدا ہوتے ہیں نائیک صاحب کا دعویٰ تھا کہ قرآن کی کوئی آیت کسی سائنسی حقیقت سے نہیں ٹکراتی مگر یہاں تو قرآن میڈیکل سائنس کے مسلمات اور سائنس کے مفروضات کے برعکس نظر آ رہا ہے، خالص عقل [Pure Reason] پر جب بھی دلیل کی بنیاد رکھی جائے وہ عمارت منہدم ہو کر رہے گی، لیکن دلیل قلبی [Reason by Heart] کے ذریعے گفتگو کی جائے گی تو احمقانہ سوالات مخالف کے ذہن میں پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ جدید سائنس سے بغیر باپ اور بغیر مرد کے جرثومے کے بچے کی پیدائش ممکن نہیں، ٹیسٹ ٹیوب بے بی بھی مخلوط نطفوں کے ذریعے وجود میں آتی ہے نہ یہ ممکن ہے کہ کوئی مردہ

۱۔ ایضاً، صفحہ ۹۷۔ ۲۔ ایضاً، صفحہ ۹۸۔

زندہ ہو جائے، سات ہزار سال کی معلومہ تاریخ میں کوئی طب کوئی حکیم کوئی دوا مردے کو زندہ نہ کرسکی یہ سارے غیر سائنسی بیانات قرآن میں موجود ہیں لہٰذا، نعوذ باللہ، یہ تمام بیانات غلط ہیں ؟ کیونکہ اصل کسوٹی، منہاج، میزان، فرقان، کلام اللہ نہیں سائنس دان کا کلام ہے جو ان آیات کو سائنس تسلیم نہیں کرتا۔

قرآن اور مصدقہ سائنسی حقائق:

ذاکر نائیک صاحب فرماتے ہیں:

''قرآن کی کوئی آیت مصدقہ سائنسی حقائق کے خلاف نہیں ہوگی''۔(۱)

''مصدقہ سائنسی حقائق'' نام کی کوئی شے سائنس کی دنیا میں وجود نہیں رکھتی۔ نائیک صاحب کو یقین نہ آئے تو اس صدی کے آئن اسٹائن Richard R. P. Feynman کی دو کتابیں *"The Character of Physical Law* اور *Six Easy Pieces* کا مطالعہ فرمالیں، یہ کتابیں نہایت سادہ، سہل، آسان، رواں دواں اور شگفتہ انگریزی میں لکھی گئی ہیں، فلسفیانہ زبان اور سائنسی اصطلاحات میں حتی المقدور گفتگو نہیں کی گئی ہے، لہٰذا ہر شخص جو سادہ انگریزی جانتا ہے ان کتابوں سے براہ راست استفادہ کرسکتا ہے۔ سائنس کے تمام نظریے، نتائج ظنی، قیاسی، تخمینی، عارضی، غیر قطعی اور غیر حقیقی ہوتے ہیں اور عموماً علت ومعلول کے فلسفے سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ بہت سے سائنسی نظریات، تجربے اور علت ومعلول کے بغیر صرف اندازے اور قیاس وگمان سے اخذ کیے گئے ہیں۔ تاریخ سائنس میں صرف وجدان نے بغیر ریاضی، تجربہ گاہ، تجربے اور مشاہدے کے بڑے بڑے سائنس دانوں کو علت ومعلول کے بغیر حیران کن درست نتائج تک پہنچا دیا جن کی تصدیق بعد میں تجربات سے ہوگئی۔ فائن مین نے اس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ مصدقہ سائنسی حقائق کیا ہوتے ہیں کیا یہ مطلق [Absolute] ہوتے ہیں یا اضافی [Relative] کیا یہ دائمی [Permanent] ہوتے ہیں یا ان کی تردید وتکذیب [Falsification] بھی ہوسکتی ہے؟ سائنس کبھی تردید، انکار، تکذیب، استرداد، ترمیم، تنسیخ اور تصحیح کے امکان کو رد نہیں کرتی، وہ علم سائنسی علم نہیں کہلاسکتا جس کی تردید نہ کی جاسکے اور جسے سوالیہ نشان نہ بنایا جاسکے، سائنس ایمان، یقین، ایقان،

۱۔ ایضاً، صفحہ ۹۸۔

وحی، عقیدہ نہیں تجربہ ہے جو نتائج اور حالات بدلنے پر بدل سکتا ہے سائنس اس امکان کو ہر لمحہ تسلیم کرتی ہے۔ اسی لیے اس کا ارتقاء جاری رہتا ہے، مذہب وحی کے بارے میں اس امکان کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ مذہبی احکام آیات وحی الٰہی کے ذریعے منتقل ہوئے، دنیا کی سب سے عظیم ہستی کے نازل کردہ حروف جو خود کامل ہے حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں ان میں کسی تبدیلی، تغیر، ترمیم اور تنسیخ کی کوئی گنجائش نہیں خواہ بدلتی ہوئی، ہر لمحے سمت تبدیل کرتی، تغیر سے دوچار سائنس کچھ بھی کہتی رہے، آیات قرآنی کو ان سائنسی مفروضات نتائج سے کوئی سروکار نہیں جو خود سائنس دانوں کی نظر میں حتمی، قطعی، یقینی اور آخری نہیں ہیں۔

ماں باپ کے جرثوموں اور نطفوں کے ملاپ کے بغیر پیدائش کا تصور جدید سائنس کے منہاج میں فی الحال کسی کے لیے قابل قبول نہیں، اس صورت حال میں حضرت عیسیٰ اور حضرت آدمؑ کی پیدائش سے متعلق واقعات سائنس کی روشنی میں علت و معلول کے فلسفے کے تناظر میں باطل قرار پائیں گے۔ نائیک صاحب کے خلاف دلیل خود قرآن سے سائنس داں پیش کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیوی یا بیٹا نہیں بنایا ہے: وَاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا [۷۲:۳] اور اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ کوئی اس کی شریک زندگی ہی نہیں ہے: بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ[۶:۱۰۱] اسی لیے تو حضرت مریم نے فرشتے سے کہا تھا کہ: قَالَتْ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا [۱۹:۲۰] میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔

"علم جنین کا سراغ صرف قرآن میں نہیں ملتا بلکہ ۴۶۰ ق۔م کے مفکر Hypocrites نے اپنی تحقیقات میں مراحل علم الجنین بتائے ہیں۔ ارسطو نے ساڑھے تین سو ق۔م میں اپنی کتاب میں ارتقائے جنین کا ذکر کیا ہے۔ ۱۲۳عیسوی میں Sharaka اور Shushruta نے جنین کے بارے میں بتلایا، گالن ۱۳۱عیسوی میں پیدا ہوا وہ بھی مخلوط نطفے سے پیدائش کا ذکر کرتا ہے اور جنین کے ارتقائی مراحل سے آگاہ کرتا ہے"۔ ان دلائل کی روشنی میں کیمپ بل نے ثابت کرنا چاہا کہ قرآن کا علم اس عہد کی سائنسی سطح سے اخذ کیا گیا تھا جو قدیم مفکرین کے علمی و سائنسی شہ پاروں میں پہلے سے موجود تھا اس کے جواب میں ذاکر نائیک صاحب قرآن کی آیات کے سیاق و سباق پر غور فرماتے اور ان اعتراضات کا سائنسی جواب دینے کے بجائے نقل کے منہاج میں کھڑے ہو جاتے تو یہ ایک

معقول جواب ہوتا، وہ بتا سکتے تھے کہ قرآن کو گالن اور ارسطو کے بیان کردہ حقائق کی تردید و تصدیق کے لیے نازل نہیں کیا گیا، تخلیق انسانی کی قرآنی آیات کا مقصد اپنے عہد یا اس جدید عہد کے سائنسی انکشافات کی توثیق نہیں ہے، یہ آیات اللہ کی نشانیوں کے طور پر پیش کی گئی ہیں جو ہر شخص کا روزمرہ کا ذاتی، اجتماعی، آفاقی اور معروضی تجربہ ہے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے کہ ہم نے جس چیز سے ان کو پیدا کیا ہے اسے خود یہ جانتے ہیں: ۷۱:۳۹، ۸۶:۵، ۱۶:۴، ۲:۲۲۸، ۴:۱، ۱۸:۳۷، ۲۳:۱۳، ۲۳:۱۲، ۵۳:۴۶، ۷۵:۳۷، ۷۶:۲، ۸۰:۱۸، ۸۶:۶۵، ۷:۱۲، ۷۶:۱،۲،۳، ۷۷:۲۰،۲۱ ان آیات میں انسان کو اس کے ذاتی تجربے، بیان اور واقعہ کے ذریعے متوجہ کیا گیا ہے کہ خود تمھارا وجود ایک قطرۂ منی سے ظہور پذیر ہوا ہے، یہ تمھاری حقیقت ہے اور تم جب بڑے ہوئے تو نہایت جھگڑالو بن گئے اور طوفان اٹھانے لگے یہ بھول گئے کہ تم محض ایک قطرہ تھے، ہماری مرضی نہ ہوتی تو تم رحم مادر سے باہر نہ آتے، باہر آتے تو زندہ نہ رہتے، زندہ رہتے تو معذور ہو سکتے تھے، اب ان آیات سے علم ایمبر یالوجی نکالنا قرآن کے منشاء و مطالب و مقصد سے سراسر انحراف ہے، تخلیق سے متعلق تمام آیات کا سیاق و سباق حیات و موت اور حیات آخرت کے تین مباحث کے اردگرد گردش کرتا ہے۔ جب لوگ سوال اٹھاتے ہیں کہ مرنے کے بعد کیسے زندہ ہوں گے تو انھیں ان کی تخلیق کا وقت یاد دلایا جاتا ہے انھیں بتایا جاتا ہے کہ آدم عورت کے بغیر کیسے پیدا ہوئے؟ انھیں بتایا جاتا ہے کہ موت سے زندہ کرنا اس خالق کے لیے ایسا ہی ہے جیسے مٹی سے آدم بنانا، حضرت مریمؑ کے رحم سے نطفے کے بغیر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اور رحم مادر میں ایک قطرہ سے وجود انسانی کو خلق کرنا اور مردہ زمین پر پانی کے قطرے گرا کر اسے زندہ کرنا اور اس زمین کا اچانک لہلہا اٹھنا، اب ان آیات سے سائنس اور ایمبر یالوجی کی گتھیاں سلجھانا محض افسانہ سازی ہے، لیکن نائیک صاحب اس دلیل کے بجائے کیمپ بل کے جواب میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ ''**قرآن کا علم عهد جدید کی سائنسی سطح کے مطابق هے**''۔ کیا وحی الٰہی کے علم کو اپنے عہد کی سائنسی سطح کے مطابق ہونا چاہیے؟ کیا ہر عہد کی سائنسی سطح ایک ہوتی ہے؟ اور وہ مستقل، دائمی، ابدی، قطعی و یکساں رہتی ہے یا قرآن کے مطابق ہوتی ہے؟ کیا ہر عہد کی سائنس کو قرآن کے مطابق ہونا چاہیے؟ یا سائنس کو قرآن کے مطابق رہنا چاہیے؟ پیمانہ کون ہے سائنس یا قرآن یا تحریف معنوی؟ کیا ایسا ہونا کسی مذہبی دلیل سے ثابت ہے؟ کیا قرآن ایسا کوئی دعویٰ کرتا ہے کیا رسالت مآبؐ سے ایسا کوئی موقف ثابت ہے؟ کیا صحابہ کے فہم اور اجماع سے ایسی کوئی دلیل نکلتی

ہے؟ ذاکر نائیک صاحب جب یہ کہتے ہیں تو دراصل امت کے تعامل کی نفی کرتے ہیں پھر وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کا علم سائنس کے مطابق ہوتا ہے یعنی ہر دور میں قرآن اسی عہد کی سائنسی سطح کے مطابق ہوگا جو ہر لمحے قابل تغیر ہے اور مسلسل ارتقاء کے سفر میں ہے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر عہد کی سائنسی سطح اگلے لمحے میں اور کبھی اگلے عہد میں بدل جاتی ہے، ارتقاء ہو جاتا ہے۔ ہر اگلا سائنسی زمانہ پچھلے سائنسی زمانے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے یہ تغیر اور تبدیلی کا عمل ہی سائنس کے اتقاء کا اصل سبب ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن بھی جدید سائنسی زمانے کے مطابق بہتر ہوتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً معتزلہ کے عہد میں عیسوی مذہب فلسفہ اور سائنس کا اجماع تھا کہ زمین ساکن ہے معتزلہ نے اسی عقیدے کو قرآن کی آیات سے ثابت کرکے ذاکر نائیک صاحب کے اس اصول کی تائید کردی کہ قرآن کا علم اپنے عہد کی سائنسی سطح کے مطابق ہوتا ہے، انیسوی صدی میں سائنس نے ثابت کردیا کہ زمین متحرک ہے تو عہد جدید کے مصلحین [reformers] نے قرآن کی آیات کو کھینچ تان کر دوبارہ ثابت کردیا کہ قرآن سے زمین کے متحرک ہونے کا ثبوت ملتا ہے، یقیناً ذاکر نائیک صاحب اگر پندرہ سو سال پہلے پیدا ہوتے تو معتزلہ کے فلسفے کے مطابق ثابت کردیتے کہ قرآن سے زمین کے ساکن ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور اسے ٹھوس حقیقت قرار دیتے کہ دو ہزار سال سے فلسفۂ سائنس اور مذہب کا زمین کے ساکن ہونے پر اجماع تھا۔ سائنس اتنی غیر معتبر لایعنی اور ناقابل اعتبار علم ہے کہ دو ہزار سال کے بعد بھی ٹھوس نہیں رہتا۔ وہ دلیل دیتے ہوئے یہ بھول گئے کہ گزشتہ پندرہ سو برس میں اگر سائنسی سطح قرآن سے کمتر تھی تو اس عہد کے انسان جنین سے متعلق قرآنی آیات پر ایمان لانے کے مکلّف تھے یا نہیں تھے، اگر تھے تو ان کے اس اندھے، غیر علمی اور غیر عقلی ایمان کی کیا حیثیت تھی، پھر یہ بھی کہ اس عہد کی سائنس کو کس بنیاد پر غلط قرار دیا جاسکتا تھا اس کی ایک ہی بنیاد تھی کہ تمھارا سائنسی علم ناقابل یقین ہے ہم تو صرف یقینی علم یعنی العلم اور وحی الٰہی بذریعہ ذات محبوب الٰہی رسالت مآبؐ کے عطا کردہ علم کو حتمی علم مانتے ہیں لہٰذا نقل کی پناہ گاہ ہی پندرہ سو برس تک اہل ایمان کے ایمان کی حفاظت کرتی رہی۔

(جاری ہے...............)

☆من استعجل الشئي قبل اوانه عوقب مجرمانه ☆